

جسکا ذکر وہ کتاب بر امین احمدیہ میں کر چکے ہیں۔ ایسے واقعات کو منصف و طالبان حق ذاتی مشاہدہ یا عام تسامع و شہادت سے تصدیق کر لینگے۔ اور مولف بر امین احمدیہ کو اسے دعوتے میں سچا جان لینگے زبان سے مابین خواہ نہ مابین۔

مقدمہ امین احمدیہ کے زیادہ تر عملی طور پر تائید کو ملتوی رہنے دین۔ علمی تائید میں شب و روز مصروف رہوں اور کتاب بر امین احمدیہ کے باقی حصے کو پورے کرین۔ اور امین احمدیہ نقلی و عقلی دلائل سے دین اسلام کی تائید عمل نہیں لائیں۔

یہ اس لیے معروض ہوا کہ اس زمانہ آزادی میں طالب حق بہت کم ہیں اور جو ہیں وہ طبع طرح کے مجالوں (خود بینی۔ جہالت۔ بیچہریت۔ فلسفیت وغیرہ وغیرہ) میں محجوب ہیں۔ وہ ایسے دعاوی کو خیالات سمجھتے ہیں اور ان کے دعویٰ کی کان لگا کر بات ہی کہتے ہیں یہ ہمارے کہ اسکی اجابت کریں۔ اور طالب سادق بشکر اس کے پیچھے ہو جائیں۔ لہذا ان لوگوں کے سامنے دعوتے ہو تو ایسا معجزہ ہو جو انکا مونہ

بند کر دے جیسا کہ حضرت امین علیہ السلام سے بعض اوقات وقوع میں آیا ہے۔ یہ نہ ہو سکے تو ظاہری اور علمی بحث و کلام پر اکتفا کیا جاوے۔

یہ عقلی تجویزات رہنے دی گئی ہے۔ آئندہ آپ الھامی ہیں۔ اپنی مصلحت و صلاحیت کو الھام سے سمجھ سکتے ہیں۔

مقدمہ امین باجہرین آخرین تجویزات

ناقابلِ پس

لائق توجہ گورنمنٹ و ایمان نہیں

سزا بر او عمل کر دیا کہ دم۔ تہے برا فصل کر دیا کہ دم

مقدمہ آئین بالجوہرین کئی مسلمانوں کے دو فریق الیحدت و التعلیق (دیالون) کہو
 کہ پیر وان حدیث و غایتین لفقہ کے ساٹھ سال سے جھگڑے چلے آئے ہیں
 جو مختلف شہروں ہندوستان و پنجاب راجپور امرتسر لودھانہ میرٹھ و ہلی
 بنارس تاجپور ضلع ورینگہ وغیرہ وغیرہ میں مختلف صورتوں اور عدالتوں
 (دیوانی فوجداری) میں پیش ہو چکے اور آئینک ہونے کو ہیں۔

کسی عدالت سے ان مقدمات کی نسبت کہی گئی ایسا فیصلہ نہیں ہو چکا
 اور حکم اخیر سمجھا جاتا اور وہ ان مقدمات کا دروازہ بند کر دیتا۔ بلکہ ان فیصلجات عدالت
 سے اس اختلاف کا دروازہ اور وسیع ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور مسلمانوں کا باہمی فساد
 و عداوت بیا فزیو مائرتقی پر ہے۔ عدالتوں کو بھی نئے دن ان مقدمات میں نئے نئے سرے
 تحقیقات کی تکلیف درپے رہتی ہے۔

ہمارے خیال میں اس مقدمے کے قطعی انفصال کی ایسی تجویز آئی ہے کہ
 اگر وہ میان اہل اسلام اسکی طرف توجہ نہ کریں تو اس اختلاف کا دروازہ قطعاً بند ہو اور
 اہل اسلام میں باہم اتفاق و اتحاد روز افزون ہو اور عدالتوں کو بھی نئے نئے سوچ نہی
 تحقیقات کی تکالیف سے نجات ہو۔

اور اگر ہمارے برادران اہل اسلام زخوش اقبال سے جو اس وقت مسلمانوں کے حصہ
 میں آئی ہوئی ہے اسکی طرف توجہ نہ کریں تو ایک تجویز ہم آؤر بتاتے ہیں جسکی طرف
 گورنمنٹ کو توجہ ہونے سے یہ جھگڑے غالباً فیصلہ پاسکین۔ اور اگر اچھا ناگھا
 جھگڑا پھر بھی پیش ہوا تو گورنمنٹ کو نئی تحقیقات کی تکالیفات سے امن رہے۔ وہی
 ہماری تجویز ہر ایک مقدمہ میں بلا تحقیق و تفتیش جدید حکم اخیر ہو سکے۔

تجویر لائن اور خیال اسلام
 جہانکٹ شخص قابل کیا گیا اس سے صاف اور یقینی طور پر سمجھ میں آیا ہے کہ یہ جھگڑا

صرف آئین یا رفع یدین یا اسی قسم کے اور امور پر (جبکہ مستون وغیرہ مستون ہونے میں فریقین کا یہم اختلاف ہے) ہرگز نہیں ہیں۔ ان جہگڑوں کا سبب و سبب کوئی اور ہی امر ہے۔

اس پر قطع دلیل جس میں کسی کو مجال مقال نہ ہو یہ ہے کہ آئین وغیرہ امور مذکورہ بندہ و عرب وغیرہ بلاد اسلامیہ کے موجودہ مسلمان حنفیہ وغیرہ فاکلین ان امور کے حق میں گناہ و حرام و مفند نواز نہیں ہیں۔ سبب سے بلکہ موجب قرب و ثواب جانتے ہیں اور ان امور کے عمل میں لانے کے مجاز سمجھتے ہیں گواہی ہے حق میں ان کا عمل میں لانا اخلاق سنت یا کردہ سمجھیں۔

اس پر خود انہی کی طرف سے ایسی علمی و عملی پالیوں کا کہو کہ قولی و فعلی شہادت یا حلیاتی ہے جبکہ تسلیم و محبت میں کسی نصف مزاج اہل علم کو انکار و تردد نہیں ہے۔ یوں علمی یا قولی شہادت یہ ہے کہ حنفی مذہب کی مشہور و معتبر کتب فقہ (مداہیہ - کنتھ الدقا بحر الرائق - طحاوی - فتاویٰ عالمگیری وغیرہ) میں تصریح بیان کیا گیا ہے کہ شافعی وغیرہ مخالفین مذہب حنفی کا نماز

فان قنت الامام فی صلوة الفریکت
من خلفہ۔ عبد البی حنیفہ و محمد
وقال ابو یوسف یتبعہ کا یتبع الامام
والقنوت فی الفجر مجتہد فیہ و دولت المسئلة
علی حی انہ لا اقتداء بالشعوبیۃ رعدایہ
(صفحہ ۱۱۲)

میں اقتداء جائز ہے گو وہ نماز میں ایسے افعال کریں جو ان کے مذہب میں مستون ہوں اور حنفی مذہب میں صرف غیر مستون ہوں۔ مفند نواز نہ ہوں۔ جیسے نماز فجر میں وعاد قنوت پڑھنا یا یا وتروں میں رکوع کے بعد

بلا ان امور کے مفند ہونے کی قید و شرط ہی صرف بعض متاخرین نے لگائی ہے
بعض متاخرین اور اکثر متقدمین نے یہ قید ہی اذراوی سے اور مخالف تصریح کی ہے کہ
اگر امام ان امور کا مرتب ہو جو حنفی مقتدی کے مذہب میں مفند نواز ہیں (جو وہ مفند

<p>قنوت پڑھنا یا بسم اللہ اور آمین پکار کر کہنا یا رفع الیدین کرنا اور اسی قسم کے امور اور طرفہ دہی سے کہ امام ابوہریرہ نے نہج مجاہدین کے ضمنی الزمات مقدمہ کو شامل فرمایا نہج امام کی متابعت سے فجر کی نماز میں دعا و قنوت پڑھنے کی بھی اجازت دی ہے۔ جس کے پڑھنے کی ضمنی الزمات کے لیے اجازت نہیں ہے۔ گو امام ابوہریرہ اور امام محمد اس کے</p>	<p>و صحیح لاقتداء فیہ فقہی غیر اوطی بشا فقی لم یفصلہ لسلام ویاتی الماموم بقنوت الوتر ولو بشا فقی قنوت بعد الركوع لانہ مجتہد فیہ (در مختار صفحہ ۱۰۷) وینج الماموم قنوت الوتر لا یصح (کنز الدقائق) دلالت المسئلۃ علی جواز الاقتداء بالمتفقون فیہ (بحر الریان و بحر طالی) لا خصوصیۃ للشافعی بل الصلوۃ خلف کل مخالف لمدھب کذا لک (بحر الریان) الاقتداء بشا فقی المذہب انما یصح اذا کان الامام یصحیح مواضع الخلاف (فتاویٰ عالمگیری) ثم المواضع المراد للمراعاة فی حق الخلف ان یضام من الفصد و الحجامة و کذا و کذا الی الی ان قال و امام اعماء بعض الافعال التي هی سنتہ عند المخالف و مکروه عند غیرہ کرفع الیدین فی حالہ الانتقال و کھما التسمیۃ و اخفائھا او</p>
<p>قصد لوانا یا وترکی دور کھت پر سلام پیر دینا) تو دیکھ کر چیخے ہی شیخی کی نماز جائز ہے کیونکہ ان امور کا مفصد نماز ہو نا طنی در تنہا ہی ہے۔ قطعی و یقینی۔ و لہذا متابعین کی نماز ان امور کو اگر کتاب میں مستفیضون کہ نزدیک بھی فاسد نہیں ہوتی۔ گو ان امور کو وہ اپنی نماز کا مفصد سمجھتے ہیں۔ ہم نے اس قسم کو اس مقام میں آئیے سلم رکھتے کہ اس وقت ہم مقام صل و مصالحت میں ہیں یہ مقام فصل و محاسبت میں۔ اس میں مواصلا نہ و مخالفا گفتگو ہم رسالہ اشاعت السنۃ نبرہ مبدلہ میں کر چکے ہیں جو اس کا طالب ملاحظہ فرم وہ اس پر چھو کر دیکھیں۔</p>	<p>فصد لوانا یا وترکی دور کھت پر سلام پیر دینا) تو دیکھ کر چیخے ہی شیخی کی نماز جائز ہے کیونکہ ان امور کا مفصد نماز ہو نا طنی در تنہا ہی ہے۔ قطعی و یقینی۔ و لہذا متابعین کی نماز ان امور کو اگر کتاب میں مستفیضون کہ نزدیک بھی فاسد نہیں ہوتی۔ گو ان امور کو وہ اپنی نماز کا مفصد سمجھتے ہیں۔ ہم نے اس قسم کو اس مقام میں آئیے سلم رکھتے کہ اس وقت ہم مقام صل و مصالحت میں ہیں یہ مقام فصل و محاسبت میں۔ اس میں مواصلا نہ و مخالفا گفتگو ہم رسالہ اشاعت السنۃ نبرہ مبدلہ میں کر چکے ہیں جو اس کا طالب ملاحظہ فرم وہ اس پر چھو کر دیکھیں۔</p>

لبسط الیدین فی القنوت ونحوہا فہذا وامثالہ مما لا
 ممکن الجمع بینہما ولا یصو الخروج عن عہدہا خلافتہما
 فکل استیعابہ ولا یمنع منہ بہ (رسانہ اعلیٰ قاری ہدایت اللہ)

ان کے اقوال و مذاہب سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ امور ان سب کے نزدیک
 ان لوگوں کے حق میں حرام و منہون جانتے ہیں (گناہ یا حرام یا مفید نماز نہیں ہیں
 ایسے ہوتے تو وہ ان امور کے مرتکب نام کے پچھو یعنی المذہب مقتدی کی نماز کو
 جائز نہ جانتے۔

عملی (یا فعلی) شہادت یہ ہے کہ مکہ مدینہ مشرفہ۔ روم۔ شام مصر وغیرہ فعلی
 بلاد اسلامیہ میں اور جو ان کے قریب ہندوستان کے شہر میں (جیسے بمبئی وغیرہ) بلا اشک
 و مہزمت شافعی۔ حنبلی و مالکی لوگ نماز میں آمین پکار کر کہتے ہیں اور حنفی علماء و عوام
 بلا اشک و تردد ان کے پچھو نماز میں پڑھتے ہیں کہہ ہی کسی مقام میں کسی شخص نے کسی شافعی
 یا حنبلی یا مالکی پر آمین کہنے کے سبب لے دے نہیں کی اور نہ ان کے پچھو نماز
 پڑھنے سے نفرت ظاہر کی ہے۔ یہ واقعات مسلم الثبوت ہیں ان پر نقل و روایت کی
 شہادت ضروری نہیں ہے۔

اس بیان سے بجا ثابت ہے کہ وہ جھگڑے صرف آمین یا رفع یدین یا اسی قسم کے
 اور امور پر راجح کے مسنون و غیر مسنون ہونے میں فریقین کا اختلاف ہی ہو کر ہے بلکہ
 تو اس سے یقیناً سمجھ میں آیا کہ ان جھگڑوں کا سبب و موجب کوئی اور
 ہی امر ہے۔

ہماری تحقیق و نتیجہ میں ان جھگڑوں کے موجب دو امر ہیں۔ امر اول اس زمانہ
 کے اہلیت کا کسی خاص مذہب حنفی یا شافعی کا متعلق نہ کہلانا بلکہ بلا واسطہ کسی خاص مذہب کے
 عمل بالحدیث کا دعویٰ کرنا۔

ووم مقلدین کے خیال میں ان لوگوں کا ایمہ مجتہدین کو برا کہنا۔
 امر اولیٰ تو شہرہ آفاق ہے۔ جو لوگ جہان کینین عالمین بالحدیث کو اپنی مسجدوں
 میں آئین کہنے سے منع کرتے ہیں وہ ساتھ ہی اس کے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ لوگ
 غیر مقلد یا لاندہب ہیں۔ سلیئے ان کو ہم اپنی مسجدوں سے روکتے ہیں اور اگر کبھی
 لوگ شافعی یا مالکی یا حنبلی کہلائیں تو بلاشک ہماری مسجدوں میں آئیں اور شوق سے
 نماز میں آئیں پکار کر کہیں۔ اس صورت میں یہ ہمارے بنائے ہیں۔ اور بصورت
 غیر مقلدی یہ ہمارے مذہبی دشمن ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ حرمین وغیرہ جلا
 میں شافعیوں۔ حنبلیوں اور الکیوں کو آئین سے نہیں روکتے بلکہ ان کے پیچھے خود
 نماز میں پڑتے ہیں۔

امر دوم بعض لوگوں کی زبان یا قلم سے نکلا ہے مشیر قیصر لکھنؤ کے کسی پرچہ
 میں ہم نے دیکھا تھا کہ آئین رفع یدین کی وجہ سے ہم (حنفیہ) ان الحدیث دیا غیر
 مقلدون) کو مسجدوں تک روکتے ہیں؟ ہم تو ان کو اسلیئے روکتے ہیں کہ یہ
 ہماری مسجدوں میں آکر ہمارے پیشواؤں کو برا کہتے ہیں۔ گلابی جو درقہ مشہور
 موسوم "جامع الشواہد فی اخراج الوبالین عن المساجد" اور سالہ استقام
 المساجد باخراج الالفتن و المفاسد وغیرہ رسائل حنفیہ و جنہوں نے
 فریقین کے باہمی بغض و عناد و تفرقہ و فساد کی بنا کو ہندوستان میں قائم کیا ہے اور
 الحدیث کو مسجدوں سے نکالنے کا آرڈر جاری و مستحکم کر دیا ہے۔ سے بھی بھی محکوم
 ہو تا ہے کہ وہ لوگ عالمین بالحدیث کو ایمہ مجتہدین وغیرہ ایمہ دین کے تو ہیں کہ سند
 خیال کر کے انکو مسجدوں میں داخل ہونے اور انکو پیچھے نماز پڑھنے سے روکتے
 ہیں۔ صرف آئین رفع یدین کے سبب نہیں روکتے یہ امر ان رسالوں کے نام ہی
 سے سمجھ میں آتا ہے۔ ان کے مضامین پڑھنے کی اس امر کے ثبوت کیلئے ضرورت نہیں ہے۔

۴۰ دیکھو فیصلہ مای کوٹ الد ابا و جکا ذکر اس مضمون کے اخیر میں آتا ہے۔

ہمارے نزدیک بھی امر اول تو واقعی ہے اور فریق ثانی راہِ حدیث کا مسلم ہے وہ بر ملا تقلید مذہبِ حیرن ہے انکاری میں اور بلا واسطہ کسی خاص مجتہد کی عمل بالحدیث کے مدعی ہیں۔

دوم دوم سے ان لوگوں کو انکار ہے اور ان کے اکابر کو وہ نے قلم و زبان سے صاف ظاہر کر دیا ہے کہ ائمہ دین کی توہین پر لے کر کے کی سیدنی ہے اور اس توہین کا مرتجب و عقوبات سے اور حدیث ضمن عادی کی ویلیا فقد بانہر اللہ بالحق ساریتہ کا مصداق ہے۔ مگر تاہم حکم سے تاہم شدہ چیز کے مردم نگونہ چیز یا مقلدین کے اس ادعا و خیال کے لئے یہی کچھ نہ کچھ منشا و ماخذ پایا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر وہ عالمین بالحدیث سے بعض عوام کا لالعام بعض مجلسوں میں اپنے مزارحین و مخالفین کے مقابلہ میں طیش میں آ کر کچھ کہے یا کچھ ائمہ مجتہدین کی کتاب میں بے باکانہ کہے ہو تو یہی جیسے نادان مسلمان موجودہ عیسائیوں کی برٹ و ہرمی و ضد کے مقابلہ میں حضرت عیسیٰ کی شان میں کچھ نہ کچھ کہے ہو تو یہی۔

اور بعض عوام کو ابھرتے ہوئے دونوں سے بعض خواص بھی اپنی بعض رسائل میں امام کو پوجتے اور ان کے شاگردوں کی نسبت ایسے الفاظ لکھتے ہیں جن سے مقلدین امام اپنے ائمہ مذہب کی توہین نکال سکتے ہیں۔

ان جھگڑوں کا اصلی سبب و منشا معلوم ہوا تو اب ہم اسکے انفصال کی آخری توجیہ بتاتے ہیں جس کی طرف ہمارے بڑا دران اہل اسلام کی توجہ ضروری ہے ہماری رائے میں ان امور سبب نزاع میں نصف النصفی ہو کر رہی یا فیصلہ ہو جائے امر اول میں تو سترقہ اہل تقلید عالمین بالحدیث کو معذور سمجھیں اور سترقہ اہل اور دوم میں عالمین بالحدیث اہل تقلید کی بات مان لیں۔ ایسا کوئی کام جس سے ائمہ دین اور ان کے مقلدین کی توہین مضموم و مترشح ہو قلم یازبان سے نہ نکالیں۔

اگر اول بین عاملین بالحدیث کو معذور سمجھو اور آزادی دینے میں اہل تقلید کا کوئی حرج و ضرر نہیں۔ علم بالحدیث بلا واسطہ مجتہدین اہل تقلید کے خیال میں گناہ ہے تو اس کا وزن انہی لوگوں پر ہے جو یہ عمل کرتے ہیں اس کا ضرر و اثر اہل تقلید تک نہیں پہنچتا۔ اور اس میں ان کا وہی مذہبی نقصان نہیں ہے۔

اس قسم کے آزاد لوگ مجتہدین کے وقت سے چلے آئے ہیں جو کسی کے تقلید نہ تھے ان کے مذہب مجتہدین کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچا۔ تو زمانہ حال کے آزادوں سے مذہب ضعیف یا تافہی کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔

آخر اسلام میں سنی شافعیوں کے مخالف اور فرقے بھی ہیں جن کو وہ بلا گراہ کہتے ہیں اور وہ اپنی اٹھارہی وغیرہ خلاف دینی ہیں ومع بذا وہ سنون کی مسجدوں خاص کر ام المصابیہ مسجد الحرام و مسجد حرام میں اپنے طور پر نمازیں پڑھتے ہیں۔ ان لوگوں سے باوجود اس قدر مخالفت کلی اصول و فروع کے حتیٰ مذہب کو ضرر نہیں پہنچا تو اس زمانہ کے عاملین بالحدیث سے رجوع اصول میں حنفیہ کو موافق ہیں اور فروع میں جو مخالف کچھ موافق (کیا ضرر پہنچنے کا خوف ہو۔

اور اگر ان کی صحبت و اختلاط سے ضرر کا خوف و احتمال ہے رخصانہ نظام المساجد وغیرہ مسائل میں لگا ہوا ہے) تو اسکو وہ علمی طور سے دفع کر سکتے ہیں اور اپنے گروہ کو ان لوگوں کے اتباع و موافقت سے تحریراً و تقریراً روک سکتے ہیں۔ عملی طور پر اسکے دفع کرنے اور ان لوگوں کو ایسا مسجدوں میں آنے سے روکنے اور باہر پٹ کرنے کی جس کا ضرر اس ضرر جو ہوم سے بڑھ کر اور وہم تقدیر موجود ہے) کیا حاجت ہے۔ خصوصاً ایسے وقت میں کہ سلطنت کی طرف سے ہر مذہب و ملت کو آزادی حاصل ہے اور اس آزادی کے سبب کوئی کسی کو اس کے خیال یا فعل نیک یا بد روک نہیں سکتا۔

۱۰ دیکھو ضمیمہ رسالہ اشاعت نمبر ۱۱ جلد ۲ اور مجلہ المآثر صفحہ ۱۵۷ وغیرہ۔

دیوانی کے مقابلہ میں دیوانی اور فوجداری کے مقابلہ میں فوجداری مقدمات کی تکیہ
ہر ایک گروہ حاضر ہے اور راندن اس میں مصروف ہیں میں جابندین کے مسلمان
تباہ ہوتے جاتے ہیں اور سالہا سال تک مقدمات و ایر رہنے اور خیرہ عدالت
اور وکیلوں کے لیے جذبے جمع ہونے سے مفلس ہوتے جاتے ہیں ایسے
وقت اور ایسی حالت میں ہی مناسب ہے کہ اپنے ذریعہ کی محافظت اور ضرر
اختلاف غیر دون کی مدافعت علمی طور سے کریں اور تقریر یا تحریراً ہر ایک گروہ کے
مقتدا اپنی اتباع کو یہ کہتے رہیں کہ وہ اپنے مخالفین مذہب سے فغان فغان کا مفعول ہیں
آمین بالجہر یا انکا خلاف کریں ان سے وہ لوگ بچتے رہیں۔

اس سے زیادہ عملی کارروائی کسی کو مسجدوں سے نکالنا یا مار پیٹ کر ناملتوی کر دین
ہماری اس التماس کو ہمارے علمانی بہائی حنفیوں نے تسلیم کیا اور ان کو اعیان
و اکابر مذہب علماء اور وراثت سے اس التماس کی تسلیم سے بڑے کچھ خاص تحریرات یا عام
اخبارات سے کچھ مطلع فرمایا تو ہم امر و دہم میں ان کو ڈگری دین گئے اور تمام اہل حدیث
ہندوستان و پنجاب عوام و خاص کی طرف سے ذمہ دین گئے کہ وہ کبھی کوئی کجواہدین
یا ان کے اتباع مقلدین کی توہین کا مشعر و مہموم ہو حکم یا زبان سے نہ کہیں گے۔ امور خلافت
کا بیان اور اپنے خیالات کا اظہار رو اعلان وہ ایسے عمدہ اور مہذبانہ پیرایہ میں کرتے تھے
جن میں علماء سلف اور ان کے خلف کرتے چلے آئے ہیں۔

امر و دہم کی تسلیم سے گروہ اہل حدیث کو انکار نہیں۔ اور توہین امیدین اور ان کے
مقلدین کا ان کو اقبال اور اس پر اصرار نہیں۔ یہ توہین ان کے کلام کا مفہوم ہے
نہ منطوق اس کلام سے اس کا زور ہے نہ ان کا التزام۔ اور اگر کوئی نادان عوام سے
اس کا التزام بھی ہے تو اس کا روکنا مشکل نہیں ہے۔ اس گروہ سے جو نسبت ہم کو ہے وہ
ہمارے علمانی بہائی حنفیوں کو محکوم ہے اور اس گروہ کے اکابر علماء و پیشواؤں کو

ہماری رائے سے اتفاق ہے۔ پہر چند عوام یا بعض خواص تیز مزاجوں کا روکنا کیا
 مشکل ہے۔ ہم اس باب میں اپنے گروہ کے خواص سے پہلے بذریعہ تحریر اپنی تجویز کے
 انصرام میں درو لین گے۔ پہر ایک خاص سفر کر کے اس تجویز کے انصرام کے لئے جا کیا
 کیٹیاں مقرر کی گئے۔ ان کیٹیوں کے ذریعہ سے کئی عہدہ سجاویرا سدا و فساد تفرقہ
 و عناد نکالین گے اور مسلمانوں میں باہم اتفاق و اتحاد قائم کریں گے۔
 ان تجویزات کو ہم اس وقت عرض کریں گے جب ہمارے پرا دران اہل اسلام اس پہلی
 تجویز کو عرض توجہ و قبول میں جاگدینگے اور سب کو اپنے توافقی راہ سے مطلع فرمائیں گے
 تاظرین عموماً اور حکما و اڈیٹیران اخبارات جن کو پاس ہمارا یہ پرچہ پہنچے خصوصاً
 اس تجویز کی طرف توجہ کریں اور عام لوگوں کو توجہ دلاوین اور اس کی تائید میں اخبارات
 وغیرہ تحریرات میں عامہ فرمائی کریں۔

تجویز لائق توجہ گورنمنٹ

ہمارے اسلامی بیانی ہمارے تجویز کی طرف توجہ نہ کریں تو ہماری ہر بان گورنمنٹ
 بلحاظ عنایت خسروانہ و خیال عدالت شامانہ مسلمانوں میں امن و مصالحت قائم کرنے
 کی نظر سے ہماری تجویز معروضہ ذیل کی طرف توجہ کرے۔

گورنمنٹ اول تو شخص المقام عہدہ داران حیدر مقام لاہور و دہلی رکھنے کو کلکتہ
 وغیرہ کے ذریعہ سے فیشیل طور پر امورات ذیل تحقیق کر اوسے جلیا کر اسے ^{۱۸۸۱} میں
 ایک صاحب بہادر کشتی دہلی نے پرائیوٹ طور پر ان سبب بعض امور کو تحقیق کرا کر حکما
 دہلی کا اتفاق کرا دیا تھا جو فیشیل نہ ہونے کے سبب اور مقامات میں دستور العمل نہ ہوا
 اور اگر یہ امر گورنمنٹ اپنی نوٹس ذریعہ طرفدار ہونے کے مخالف سمجھو اور اس کو مذہبی
 دست اندازی خیال کریں تو موجودہ مقامات دائرہ عدالت (جو مختلف مقامات

پنجاب ہندوستان میں میرٹھہ بنارس۔ تاملپور وغیرہ میں اور یورپ کی نسبت ان لوگوں کی تحقیق و تفتیح کی ان عدد التوق کو پورا کرنا سب سے پہلے ہے۔ وہ شدتات برائے میں۔

امر اول آئین و دفعہ بدین ان لوگوں کے نزدیک جو ان افعال کے قائل ہیں ان کا مذہبی اور اسلامی فرض ہو یا نہیں اس امر کی تفتیح و سوالوں کو حل کرنے سے پہلے ہے۔ سوال اول۔ اسلام کی مشہور و معتبر کتابوں میں ان افعال کا ثبوت و ذکر پایا جاتا ہے یا نہیں سوال دوم۔ اسلامی مذہب سے جو سنی مذہب کہلاتے ہیں کوئی مذہب قدیم ان افعال کا قائل ہو یا نہیں۔

دوم۔ جو کام کسی مذہبی فرض ہو وہ اس کے ادا کرنے میں اپنے مذہب کا پورا مقصود ہوگا یا اس شخص کا دل دکھانے والا ہو اس کو مذہبی فرض نہیں سمجھتا۔ سوم۔ جس کوئی مذہبی فرض کسی دوسرے شخص کے مخالف ہو اور اس سے اس شخص کی دل آزرگی تصور ہو تو وہ اپنے فرض مذہبی ادا کرنے کا مجاز ہے یا لجاجت و دل آزرگی غیر کے منسوخ ہے۔

چہارم۔ مسلمانوں کی مسجدیں عام مسلمانوں کے لیے وقف ہیں جن میں مختلف گروہوں اور اسلام اپنے مختلف فریضہ مذہبی ادا کر سکتے ہیں اور وہ خاص اسی گروہ کو اور فریضہ کے لیے مخصوص ہیں جس گروہ کو بنا کیا ہو۔

پس اگر ان امور کی تفتیح و تحقیق میں اتفاق رائے اکثر علماء ہندوستان کے ہے جو اب حاصل ہو کر آئین و دفعہ بدین وغیرہ ان لوگوں کا مذہبی فرض ہے اور اسلام کی مشہور کتابوں میں ان کا ذکر پایا جاتا ہے اور اسلام کے پرانے سنی مذہب سے اکثر بعض مذہب اس کے قائل ہیں (۲) اور جو امر کسی مذہبی فرض ہو وہ اس کے ادا کرنے میں اپنے مذہب کا پورا مقصود ہوتا ہے (۳) اور شخص اپنے مذہبی فرض کے ادا کر کے مجاز و دفعہ ہے گویا اس کو دوسرے کی دل آزرگی تصور ہو (۴) اور مسلمانوں کی مسجدیں

عام مسلمانوں کیلئے وقفہ میں جن میں مختلف گروہ اہل اسلام اپنے مذہبی سرالغین اور گروہ
 میں تو گورنٹ گروہ المحدث کو ان امور کے ادا کرنے کی آزادی کا حکم دے اور اسکے
 تابعین اور زمینین کو قطعاً روک دے اور اس حکم کو تمام ہندوستان میں سرکلیٹ کر دے
 اور اگر ان امور کی تنقیح کا جواب اسکے مخالف حاصل ہو تو گروہ المحدث کو حنفیوں کی
 مسجدوں میں ان امور کے ادا کرنے سے قطعاً نہایت کرے اور اس حکم کو تمام
 ہندوستان میں شہر کر دے۔ اس صورت میں اس حکم کی تعمیل کے ہم خود ذمہ دار ہیں۔
 تمام ہندوستان اور پنجاب میں باستعانت اپنے گروہ کے علماء اور و سار کے اس حکم کی
 کراؤنگ ان وو نو صورتوں میں آئندہ جانہن کے جھگڑے موقوف ہو گئے اور مقدمات
 فیصلہ پائیں گے۔ چونکہ ہم بھی شہول دیگر علماء ہندوستان کے اس باب میں راہ
 دینے کا استحقاق رکھتے ہیں لہذا ہم ان امور و سوالات کی نسبت اپنی رائے ظاہر
 کرتے ہیں۔

ہمارے نزدیک ان سوالات کا ہی جواب ہے جو ہم پہلی شیخ میں بیان کر چکے
 ہیں اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ شہر علماء ہندوستان و پنجاب بھی جواب دینے کو اس مقام
 میں ہم اس جواب اور اپنے راہ کی شرعی اور عقلی دلائل سے ناسید کرتے ہیں گورنٹ و
 دیگر اہل الکرا اس کو پیش نظر رکھیں۔

جواب تنقیح امر اول کی تائید

اس تنقیح کے متعلق پہلے سوال کا حل

آمین الجہر وغیرہ امور مذکورہ کا ذکر نہایت عامہ کتب معتبرہ اسلام (فقہ و حدیث)
 میں اس زور و شور سے پایا جاتا ہے کہ اس میں نہ کسی محدث یا مجتہد کو جرح و کلام ہے نہ کسی

مقلد کو باب کے کلام۔ اور طرفہ یہ کہ جو لوگ (حقیقہ) ان امور کے قابل نہیں وہ خود
اپنی کتابوں میں ان امور کو ذکر کرتے ہیں اور کتب حدیث میں ان امور کی مضمین
حدیثوں کے پائے جانے کے معترف ہیں لہذا ان احادیث کی مخالفت کی عقلی یا فہمی
وجوہات ہی پیش کرتے ہیں۔

اس اجمال کی محدثانہ تفصیل ہمارے مضمون "ریویو رسالہ قول المتین" میں ہے
جو اس مضمون کے متصل ہی اسی پرچہ میں آتا ہے۔

اس مقام میں جو نیک گورنٹ کے سامنے اپنی رائے کا اظہار مد نظر ہے لہذا اس جگہ
ایسی نقل و حوالہ پرکتفا کیا جاتا ہے جس کو گورنٹ خود تصدیق کر سکے اور اس باب میں
علماء وقت سے استفادہ کی محتاج نہ رہے۔ اور یہی امر تائیدات منقیحات آئینہ
میں مرعی ہو گا۔

حدیث کی مشہور و معتبر کتاب مسکوۃ المصابیح کے ترجمہ انگریزی میں رحمن کو کپتان ای
این بی بیوز صاحب بہادر بنگال تو سچاندتے تالیف کیا۔ اور وہ ۱۸۹۹ء میں مطبع
ہندوستانی کلکتہ میں طبع ہوا (۱) مرقوم ہے۔ ڈی ایل بن جگر فرماتے ہیں کہ بی بیوز

خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو

دینا زمین سورۃ فاتحہ کے

انہیں یہ الفاظ کہتے ہوئے

سنانہ ان لوگوں کا رہا کہ

تو غضبناک ہوا اور نہ ان کا جو

گمراہ ہوئے اور اس وقت اپنے

باواں اور زاریا بلند کہا آمین

اسی کتاب میں اس سے پہلے مرقوم

Wail Bui Hajar said I heard

the Prophet repeat these words:

"not of those against whom thou

art incensed nor of those who go

astray; and then say Amen,

prolonging the sound of this last

word.

(Page 174).

جب امام امین کہتے تو تم بھی کہو
کیونکہ قریشی تھے یہی کہتے ہیں اور
جو شخص ان کے ساتھ امین
کہے اس کے اگلے گناہ
مستحقی جاتے ہیں۔

Abu-horairah: "A. G. S." when
the Imam says Amen do you
it also, because the angels say it &
that person who repeats Amen
with them shall be forgiven his
former faults. (Page 171).

See Book Mishkat-ul-Masabih trans-
lated by Capt. A. N. Mathew, Bengal.

اس جواب پر اصل کی ایک مدخل سوال موم میں بھی ہوگی۔

* Artillery, Vol. 1.

نتیجہ اول کے متعلق سوال و جواب کا حل

پرانے اہل سنت کے اکثر ذہب (سلفی، حنبلی، اور مالکی) اس امین بالچہر کے
قابل بن سینون کے چارون ذہب سے صرف ایک ذہب حنفی اسکا قابل
نہیں ہے۔ یہ امر بھی اکثر کتب اسلامیہ خصوصاً کتب حنفیہ سے ایسا ثابت ہے جیسا کہ
جواب سوال اول۔

اس باب میں بھی گونیشٹ کے سامنے ایسی شہادت پیش کی جاتی ہے جس کو وہ برا
و استفسار علماء خود تصدیق کر سکتے۔

انہر ایمل مشرطین سید محمود
فیصلہ ماتمی کورٹ الہ آباد
منفصلہ مارچ ۱۸۸۵ء
مشرطین کی کتاب ترجمہ
ہدایہ سے چارون امام کا
مسلمان اور اہل سنت اہل حدیث
ہونا اور اصول عقاید میں باہم

It is an indisputable matter of
the Mahomedan Ecclesiastical
Law that the word Amir should
be pronounced in prayers after
the Surah-Fatiha or the first chap-
ter of the Qur'an and that the
only difference of opinion is among

<p>ماہم متفق ہوتا نقل کر کے کہا ہے کہ شرح اسلام میں یہ مسئلہ مسلم ہے کہ لفظ آمین یہ فاتحہ کا آخر میں چاہے ان چاروں اماموں میں صرف اس امر میں ہے کہ یہ لفظ آمین ہمیشہ کہنا چاہئے یا باوازا ہدایہ میں جو حنفی مذہب کے سب سے زیادہ مشہور کتاب ہے کہا ہے کہ ہمارے سوا قریباً ہر جگہ تو چوں کہ اسکے پیچھے نماز پڑھتے ہوں وہ آمین کہیں کیونکہ پیغمبر صلعم نے فرمایا ہے کہ امام آمین کہے تو تم ہی کہو اور کہا ہے کہ آمین ہمیشہ آواز سے کہنا چاہئے کیونکہ ابن مسعود نے آنحضرت علیہ السلام سے نقل کیا ہے ابن الہمام کے اس قول سے جو اس فقرہ ہدایہ کی شرح میں لکھتے کہا ہے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ آمین کہنے کی جاؤں مختلف ہاں متضاد احادیث کا جو صحیح بخاری</p>	<p>the four Imams is whether it should be pronounced aloud or in a low voice. The Hidayah which is the most celebrated Text Book of the Hanafi School of Law, lays down the rule in the follow- ing terms. When the Imam (leader in prayers) has said, nor of those who go astray," he should say "amin", and so should those who are following him in the prayers; because the prophet has said that when the Imam says "amin" you must say "amin" too, and it must be said in a low voice, because such is the tradition stated by Ibn-i-Masud and also because the word is the prayer, and should therefore be pronounced in a low voice.</p>
---	--

صحیح مسلم میں (جبکہ اہل سنت کے سب فرقے ہاتھ میں آتے ہیں) کی گئی ہے) مواز کرنے اور اگر باہم متفق کر لیا جائے تو ہے۔
 آئی حدیثوں سے امام شافعی پر وہاں نے یہ سنا لکھا ہے کہ آمین بلند کہنی چاہئے۔ اس بات کو امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں نہایت عمدگی سے بیان کیا ہے۔ مالکی اور حنبلی مذہب کے پیروں کو نیز وہ ایک آمین بلند کہنا چاہئے۔ یہ فرقہ چونکہ ہندوستان میں نہیں ہیں۔ لہذا ان کا بیان ضروری نہیں ہے۔

That this doctrine is the result of weighing the authority of the conflicting traditions is apparent from the commentary on the above passage of Hidayah by Ibn-Hamam a celebrated author of the Hanfi school. These traditions are collected in the celebrated collections of the traditions (Siha) Bukhari and muslim both equally acknowledged as accurate by all the schools of Suni Mohamadans.

From the same traditions the followers of Imam Shafai have evolved the doctrine that amin should be pronounced aloud and the views of that school are best stated by Nawawi a commentator on Sahi muslim. The followers of the

From the same traditions the followers of Imam Shafai have evolved the doctrine that amin should be pronounced aloud and the views of that school are best stated by Nawawi a commentator on Sahi muslim. The followers of the

<p>اماموں کے پیروان کو کامل آزادی ہے کہ اپنے اپنے طریق کے موافق نماز پڑھیں شافعی نماز میں فقط امین تباؤز بلند کہتے ہیں امین اسوج سے اعتراض نہیں ہوتا کہ یکا م کی سنیہ کو عمل میں مدعی نے اپنی عرضی سورۃ ۲۰ ستمبر ۱۸۸۲ء میں یہ بات بیان کر کے کہ کچے وینڈا اسلام چار اماموں کے پیرو ہیں لکھا ہے کہ اگر مدعا علیہ چار اماموں میں سے کسی پیرو ہوتے تو مدعی جو خفی ہے اسے ملنے سے قاصر رہتا اور اس عرضی میں یہ شکایت بیان کی گئی ہے کہ مدعا علیہ کسی فرقہ کے پیرو نہیں اور نیا طریق نماز پیدا کرنا چاہتے ہیں اور اسوج سے وہ اب مسلمان نہیں ہیں اور لفظ</p>	<p>other two Imams, ^{namely} Malak and Hanbal also main- tain that the word 'amin' should be pronounced aloud. But it is not necessary to cite authorities for this proposition, because their followers do not exist in British India. From what I have already said it is clear that the doc- trines of all the four Imams are regarded by Suni Mohamadans as orthodox and that the difference of opinion which exists between them are pure matters of detail. Indeed in the Greatest mosque in the world namely the Ka'ba</p>
--	--

<p>کو باواز بلند کہنے سے وہ حنفی مسلمانوں کی مذہبی توہین کے مرتکب و مجرم ہوئے۔</p> <p>میرری رائے میں تا وقتیکہ یہ سب باتیں پایہ ثبوت کو نہ پہنچیں گوی مقدمہ زیر و فہم ۲۹۶ لغیر ثابت ہند قائم نہیں ہو سکتا۔</p> <p>ناقل و مستتر حکم کتاب ہے</p> <p>فیصلہ میں۔ جو جسٹس مسٹر سید نے بیان کیا ہے۔ اور ایسا ہی لیسٹرو (۱۸۳۳) رسالہ سمیٹے و نحو کیا ہے کہ کھنٹی و مالکی مذہب میں ہی امین باواز بلند کہتا چاہئے۔ یہ مسئلہ بہت سی کتب مستبرہ میں منقول ہے از انجملہ ایک میزبان گبر کے شعرانی کی عبارت بمقام میں پیش کی جاتی ہے۔ امین لیسٹرو (۱۷۹) لکھا ہے</p> <p>ومن ذالک قول الامام ابو حنیفہ اندہ لایجوز بالانین</p> <p>سواء الامام الامام مع قول</p>	<p>itself. the followers of all the four Imams are at full liberty to pray according to their own tenets.</p> <p>The Shafais as it is a precedent from the texts which I have already quoted pronounce the word "amin," aloud in prayers and to this no objection is or can be made on the ground that the practice is orthodox from a suni point of view. Indeed the prosecutor in this very case, in his ^{petition} of 20th September 1884 after stating that the orthodox Mohamudans are the follower of</p>
--	--

احمد والشافعی فی ارحم القلوبین
انہ یجوز لامام والمأموم مع
قول ثالث یجہر بہ المأموم
وفی الامام وایمان من غیر

ترجمہ
اس عبارت کا
ترجمہ یہ ہے
مجملہ ان مسائل فرعیہ

خازن کے جنین چاروں
امام کا باہم اختلاف ہے

ایک سلفاً امین بالجمہر
ہے۔ امین امام ابوحنیفہ

کا یہ قول ہے۔ کہ امین یا حار
ملندہ امام کے دستہ منتدی اور

امام احمد و امام شافعی اور
قولوں میں باجمہر قول ہے کہ امام و

منتدی و قول یا و زبید امین کہہ
اور امام مالک کا منتدی کے

جنین میں قول ہے کہ وہ امین یا حار
ملندہ کہو امام کہ منتدی اپنے قول
مروی میں یا حار ملندہ کہہ اور یا حار

the four Imams, goes on to say, that if the defendants had been the followers of any one of the four Imams, the Complainants, who is a Hanafi and other Mohammedans - would not have shrunk from associating with them, and the ground of the Complaint is stated in the petition to be that the defendants "are not the followers of any of the Imams, that they intend to set up a new form of worship for themselves," and by saying word "Amin" aloud they have been guilty of the offence of insulting the religion of the Hanafi Muslims. Now unless these allegations are substantial I am of opinion that there can be no case against the accused under Sec.-296 of the Indian Penal Code.

آہستہ آہستہ جنہیں ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہے۔

(جواب تیسرے دو سو سوم کی تائید)

جو کام کسی کا مذہبی فرض ہو اور وہ اسکو نہیں اپنی موقع پر اور اپنے دین و مذہب کی ہدایت کے مطابق عمل میں لانا ہو اسکی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ اسکو دوسروں کے نل دکھانے کے لئے عمل میں لاتا ہے کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ اور نہ بلحاظ اول آزادی کے ناپائیدار بننے کی کوئی وجہ ہے بلاوجہ اسکو دوسرے کی دل آزاری نہ کرنا چاہیے قرار دیا جاوے گا۔ تو دنیا میں کوئی مذہبی کام مذہبی نہ کہلائیگا۔ ہر ایک مذہبی فرض بلحاظ اول آزادی غیر حرم منصف ہوگا۔

جیسا یوں کا صلیب کو اور ہندوؤں کا بتوں کو پوجنا اور مسلمانوں کا اذان کہنا اور ہندوؤں کا سنگھ بھانا وغیرہ کوئی کام مذہبی فرض نہ ہوگا۔ ہر ایک کام دل آزاری اقوام غیر قرار پانے سے منع ہوگا۔ اور دنیا میں کسی مذہبی آزادی کا حق نہ ہوگا۔ ہر ایک کو اپنے مخالف پر توہین مذہب و دل آزاری کی نالاش کرنے کا ہر وقت اسحق پیدا ہوگا۔ عدالت کا دروازہ ان ہی مقدمات کے لئے کھلا رہے گا۔

پارے اس بیان کی تائید یہی اس فیصلہ ہائی کورٹ میں موجود ہے۔ ہمیں جسٹس مشیر سید محمود نے مخالفت کی بات کو کہ ایک آدمی جائز کام کرے یہی ملزم ہو سکتا ہے۔ اگر اسکو یہ معلوم ہو کہ وہ کام اولوگوں کو ناجائز کام کرنے پر باعث ہوگا۔ نقل کر کے کہا ہے کہ اس اصول سے

Such a principle would place the minority at the mercy of the majority, & would in a case like this deprive them of the right of worship which the law distinctly confers upon them.

تو جو لوگ اپنی مذہبی کام کرتے ہیں بہت لوگوں کے اختیار میں ہو جائینگے۔ اور وہ اس حق عبادت جو قانوناً ان کو دیا ہے اس پر رستہ تسلیم نہ کرے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ اگر یہ

Indeed if such a view were adopted it

<p>(ہماری شرعی استحقاق سے عبادت کو کسی مسجد میں جاتے ہیں) نانش کا وزوہ کھل جائے گا۔</p>	<p>would open the door for wrongful prosecution of innocent persons, who in the exercise of their lawful rights of worship resort to mosques for devotion</p>
---	---

جواب صحیح چار کی تائید

پیشلکہ ہی کتب فقہ و حدیث میں بالاتفاق بیان کیا گیا ہے۔ کہ مسلمانوں کی مسجدوں کے اوقات عام مسلمانوں کے لئے وقف ہیں کسی شخص یا فرقہ سے دبا بی کیوں نہیں انکو خصوصیت نہیں ہے۔ ہمارے ہی اس فیصلہ باہمی کو رٹ میں بدست آور کر کتاب ہدایہ (جو حنفی مذہب کی مشہور و معتبر کتاب ہے) بخوبی ثابت کیا گیا ہے۔ لہذا اہتمام میں کسی شخص پر لگایا جاتا ہے اس میں لکھا ہے

<p>یہ قانون اسلام کا اصل اصول ہے۔ اور ایسا مشہور ہے کہ سپر شہادت (دبا بی) کی ضرورت نہیں کہ حسب ایک مسجد تیار ہو اور عام لوگوں کی عبادت سے مقدس ہو جائے۔ تو یہ وہ بانی کی تباد نہیں رہتی بلکہ ملک خدا ہو جاتی ہے۔</p> <p>صاحب ہدایہ کہہ رہے وہ اس طور پر ملک خداوندی ہو جاتی ہے۔ کہ مالک حق خاص</p>	<p>Now it is a fundamental principle of the Mohammedan law of Waqf - too well known to require the station of authorities that when a mosque is built and consecrated by public worship it ceases to be the property of the builder and rests in God" (the language of Hidayah) in such a manner as subjects it to the rule of Divine Property, whence the appropriator's right in it is extinguished & it becomes the property of God by</p>
--	---

۱۹

<p>مقدم ہو جاتا ہے۔ وہ مکات</p> <p>اسلمو کیلئے ہے۔ کہ خدا کے</p> <p>بندوں کو اس کے (عبادت کر دیکھا)</p> <p>فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ پس</p> <p>سجدات حج مقدس ہو جائے</p> <p>وہ فیکری صورت بالی کی ایک</p> <p>نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک مسلمان پر</p> <p>جایز طور پر اہل ہونے۔ اور اسے</p> <p>طریق پر شمار نہ ہی ادا کر کے</p>	<p>advantage of it resulting to His</p> <p>creatures." A mosque once so consecrated</p> <p>cannot in any case revert to the foun-</p> <p>der, and every Mohamedan has a legal</p> <p>right to enter it, and perform devotions</p> <p>according to his tenets so long as the</p> <p>form of worship is in accordance with</p> <p>the recognized rules of Mohamedan</p> <p>ecclesiastical law.</p>
--	--

مجاز ہے۔ بشرطیکہ وہ طریق اصول اسلام کے مخالف نہ ہو۔

اب ہم اس مضمون کو ان تائیدات پر ختم کرتے ہیں اور اپنی مہربان

امین قلوبہ رعایا سے امید رکھتی ہیں کہ وہ ہمارے رائے۔ اور اسکی تائیدات کو جو

ایک سرکاری فیصلہ کی تائیدات ہیں، اعتبار کی نگاہ سے دیکھیں گی۔ اور اس تجویز کو جو

ہم نے رائے مذکورہ کی ہے لایق توجہ سمجھیں گی۔ اگر ہمارے قوم (اہل اسلام) نے

اس تجویز کی طرف جو اسکے سامنے ہونے پیش کی ہے توجہ نہ کی (آئندہ اختیار)

مسلمانوں کو مسلمان بننے کی خواہش تو اسلامی سے ہون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ اپنی

رضائاری کو بھیجی سجدت کی عبادت نہیں روکا۔ ایک دفعہ خاص آپسکی سجدت کے

سیاسی آمو۔ اور انہوں نے اپنے طریق سے نماز پڑھی آنحضرت نے انکو نہ روکا بلکہ جن مسلمانوں نے روکا چاہا انکو

روکوں سے منع کر دیا۔ (دیکھو اوالنہاد صفحہ ۹۵ جلد ۱۔ اور شاعتہ لہستہ صفحہ ۳۶۱ جلد ۱۲)

ریویر

رسالہ القول المتین فی اخفاء آہین

اس سالہ میں مولوی (یا منشی) محمد علی صاحب دیکل عدالت مرزا پور نے احادیث آہین
بالجہر پر نکتہ چینی کی ہے۔

اس نکتہ چینی میں بعض راویوں اور بعض اسانید حدیث آہین بالجہر کے طعن
وجہ میں تو بے شک وہ مصیبت ہیں مگر اس عام اور کلی دعویٰ میں کہ سبھی احادیث
آہین بالجہر ضعیف ہیں یعنی جہر متن ہی ضعیف ہے اسکی کوئی سند یا طریق صحیح یا
حسن نہیں ہے وہ غلطی پر ہیں۔ کیونکہ بعض احادیث آہین بالجہر کو آئینہ محدثین اور
فن تحقیق و تنقید و جرح و تعدیل میں نام تسلیم کئے گئے ہیں صحیح و حسن کہ چکے ہیں۔ ان
احادیث کی نسبت دیکل صاحب یا کسی اور مستعد کو جہر مرکز اختیار و منصب نہیں
ہے کہ صرف بعض راویوں کی نظر سے انکو ضعیف قرار دیں۔ بلکہ اس امر انکو کسی
کی نسبت (جسکو آئینہ محدثین صحیح یا حسن کہ چکے ہوں) اختیار نہیں ہے۔ یہ منصب
آہنی آئینہ حدیث سے مخصوص ہے۔ جو حدیث کو صحیح یا حسن کہنے والوں کے ہمہ گیر ہوں
اور فن جرح و تعدیل میں مسلم العصر استقام (تقلید و کیل صاحب) میں ہم نے دو
دعویٰ کئے ہیں اول یہ کہ بعض احادیث آہین بالجہر کی آئینہ محدثین تصحیح و حسن کہنے
میں شک و تردد کہ معاف کیجئے گا۔ ہم آپ کی مولویت یا فضیلت پر غلام جاؤا آہین
نہ آئیگی اس ٹھوس سے (جسکو جہر کہتے ہیں۔ لہذا آپ کے قول آئینہ محدثین (پور سے معاف)
میں دو رہے ہیں۔ آپ واقعی مولوی ہوں تو ہم کو منشی کہنا معاف کریں +

دوسرا یہ کہ جس حدیث کو محدثین صحیح یا حسن کہتے ہیں اس پر بعض برواۃ کی نظر سے مستعدین کو طعن و جرح کرنا جائز و مقبول نہیں۔ ان دونوں دعاوی میں ہم ایسے دلائل و شواہد سے ثابت کرتے ہیں جن میں وکیل صاحب اور ان کے علماء مذہب کو سہ سوا متقال کی کمال (دعوئی اول کا ثبوت)

حدیث آئین بالچہر کو (جس کو امام سفیان نے وائل بن حجر سے نقل کیا) امام ترمذی نے

قال ابو عیسیٰ سمعت محمدا یقول حدیث

سفیان اصح من حدیث شعبہ

هذا و اخطا شعبہ فی مواضع من

هذا الحدیث فقال عن حماد بن العنسی و

ابن ہریر بن العنسی و یکنی ابی السکن و زنا

فید عن علقمة بن وائل و لیس فیہ

عن علقمة و اما حجر بن عنبس عن وائل

بن حجر و قال خفف بہا صوتہ و اما

عمرہ بہا صوتہ - قال ابو عیسیٰ سمعت

ابان و علقمة عن هذا الحدیث فقال

حدیث سفیان فی هذا اصح قال

سوی العلاء بن صالح الاسد عن سلمة

بن کھیل نحو رواية سفیان - قال ابو

حدثننا ابو بکر محمد بن ابان نا عبد اللہ

بن نمیر عن العلاء بن صالح الاسد عن

سلمة بن کھیل عن حجر بن عنبس عن وائل

حسن کہا ہے اور دارقطنی نے صحیح

این حجر نے فرمایا ہے کہ اسکی اسناد صحیح

ابن سید الناس شارح ترمذی نے

کہا ہے کہ یہ حدیث اسی الاصح ہے کہ

اسکو صحیح کہا جائے۔ اور جو یحییٰ بن سعید

قطان نے اس میں عیبت (چھٹی برائی)

نکالی ہے۔ کہ اسکا ایک وی حجر بن ہریر

غیر معروف شخص ہے۔ اسکو حافظ بن حجر

عسقلانی نے غلط قرار دیا۔ اور یہ کہا ہے

کہ حجر بن عنبس معروف و مشہور ثقہ ہے

امام یحییٰ بن سعید (بہشتی) نے اسکی

سعید قطان نے اسکو ثقہ بتایا ہے

اور بعض ائمہ نے یہ بھی کہا ہے

کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا صحابی تھا۔

اور جو اس حدیث سفیان کے

<p>مقابلہ میں شعبہ کی روایت ہی اہل بن جبر سے منقول ہے کہ آنحضرت صلعم نے نماز میں آمین کہا ہے اسکو ایمہ محدثین (ابوزرعہ رازی) امام بخاری وغیر نے خطا قرار دیا ہے۔ بعض ائمہ نے یہ بھی کہا ہے کہ شعبہ نے اس روایت کی متن (الفاظ حدیث) و سند (سلسلہ روایت) دونوں میں اضطراب و اختلاف کیا ہے۔ متن میں یہ اختلاف کہ کبھی آمین بالحجر ایسا ہی اختلاف سند ہے۔ لہذا اسکی روایت لائق اعتماد نہیں۔ بعض محدثین نے سفیان و شعبہ دونوں کی روایات کو صحیح مانکر روایت سفیان کو روایت شعبہ پر اس نظر سے ترجیح دی ہے کہ اسکی روایت آمین بالحجر کے دو شخص اور یہی موید و مصدق ہیں اور شعبہ کی روایت اخفا کا کوئی موید نہیں ہے۔ یہ امام ابو عیسیٰ ترمذی و امام شوکانی بیانی کے کلام کا خلاصہ ہے اور شیخ ابن البہام خفی نے</p>	<p>بن حجر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحو حدیث سفیان عن سلمة بن جبلی (جامع ترمذی صفحہ ۲۰۵) الحدیث أخرجه النضر الدارقطني وابن حبان وزاد ابوداؤد ورفع بها صوابه قال الحافظ وسنده صحيح وصحة الرواية وإسناد ابن القطان بحجر بن عيسى قال إنه لم يعرف وخطاه الحافظ وقال إنه ثقة معروف قبل له صحبة وثقة يحيى بن معين وغيره وروى الحديث ابن ماجه وأحمد والدارقطني من طريق أخرى بلفظ وخفض بها صوابه وقد أصل اضطراب شعبه في أسنادها و متنها ورواها سفیان ولم يضرب في أسنادها ولا المتن قال ابن القطان اختلف شعبه وسفیان فقال شعبه خفض وقال الثوري رفع وقال شعبه حجر أبو عيسى وقال الثوري بحجر بن عيسى وصوب البخاري ابوزرعہ قول الثوري وقد خرم ابن حبان في الثقات ان كفئته كما سماه فيكون ما قاله الخطيب</p>
---	---

وقال البخاری ان کنیتہ ابو الساکن ولا
 مال من ان یکون له کنیتان وقد
 ورد الحدیث من طریق ینتفی بہا اطلاق
 بلا اضطراب من شعبۃ ولم یبق الا
 التنازع بین شعبۃ وسفیان وقد
 رجحت روایۃ سفیان بما یقتضی
 له بخلاف شعبۃ لذلک جرم النقاد
 بان روایتہ اصح کما جری ذالک
 عن البخاری فی ابی زرعة وقد حسن
 الحدیث الترمذی قال ابن السید
 یتبعی ان یکون صحیحاً ریشلاً واطار
 شوکانی صفحہ ۱۱۷

وفیہ علة اخرى ذكرها الترمذی
 فی علة الکبیر انه سأل البخاری هل
 سمع علقمة عن ابيه فقال انه ولد
 بعد موت ابيه لستة اشهر انتج
 غیر ان هذا القطاع ان تم وقد
 رجح الدارقطني وغيره روایة سفیان
 بانه احفظ وقد مروی البیهقی
 عن شعبه فی هذا الحدیث
 ما فعاً صرتا ولما اختلفنا

فتح القدر پر حاشیہ ہدایہ میں امام
 ترمذی کا کلام مذکور نقل کر کے اسپر اور
 طرہ چڑھایا۔ اور یہ منہ مایا ہے کہ
 حدیث شعبہ میں جس میں آمین
 آہستہ کہنے کا ذکر ہے، ایک
 علت اور یہ ہے جبکو ترمذی نے
 علل کبیر میں ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہے
 کہ آپ نے امام بخاری سے پوچھا
 کیا علقمہ نے اپنے باپ کے کچھ
 سنا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا
 کہ وہ تو اپنے باپ سے پہلے مہینہ بعد
 پیدا ہوا ہے۔ کلام امام ترمذی پر
 اگر یہ کلام درست ہو تو اس سے
 صرف القطع حدیث ثابت ہونا
 ہے (یعنی جو حنفی مذہب میں چند ان عرب
 نہیں اور دارقطنی وغیرہ نے روایت
 سفیان کو جس میں آمین جہر کا ذکر
 ہے) ترجیح دی ہے۔ اسلئے کہ سفیان
 شعبہ سے یادداشت میں بڑھ کر ہے
 اور یہ روایت بہر آمین خود شعبہ کے
 بھی مروی ہے۔ چنانچہ دارقطنی نے

* شاید یہ اس اختلاف کی طرف اشارہ ہو جو علقمہ کے اپنے باپ کے تقاضے میں ہے۔

<p>ان سے نقل کیا ہے۔ اور چونکہ اس حدیث شعبہ میں یہ اختلاف تھا۔ (جو بیان ہوا۔ کہ سفیان اس کا مخالف ہے۔ بلکہ شعبہ خود اپنی روایت میں مختلف البیان ہے لہذا مولف ہدایہ نے حدیث شعبہ سے نقل</p>	<p>هذا الحديث عدل المصنف الى ما عن ابن مسعود فاذا ثبت ان العلوم منه عليه السلام لا يخفاء. كما تقدم ان الذي فيه ذكر امين عن النخعي والله اعلم راجع القديس صفحہ ۱۱۲ جلد ۱</p>
<p>کر کے حدیث ابن مسعود کی طرف رجوع کیا اور مسئلہ احتفاء امین پر یہ کہو دلیل نہیں آیا ولیکن اس حدیث ابن مسعود میں یہ بحث ہو چکی ہے۔ کہ وہ ابن مسعود کے ثابت نہیں وہ صرف ابن مسعود کا قول ہے۔ اس بیان سے ہمارا پہلا دعویٰ ثابت ہوا اور حدیث امین بالظہر کو امام دارقطنی وغیرہ کا صحیح کہنا اور امام ترمذی کا حسن کہنا یا ثبوت کو پہنچا۔ واللہ اعلم</p>	

دوسرا دعویٰ ثبوت

ہمارا دوسرا دعویٰ ہے کہ حسن حدیث کو ائمہ محدثین مسلم الاجتہاد صحیح یا حسن کہ چکے ہوں
اس پر مقلدین محض کا۔ (جو حرج و تعذیل و تنقید و اجتہاد کے اہل نہوں) حرج و طعن
جما کر مقبول نہیں کیا۔ ایسا دعویٰ ہے کہ اس پر فقہاء و محدثین متقدمین و متاخرین سب کا
اتفاق ہے۔ وہ سب کے سب تنقید (تصحیح و تضعیف) کو اہل اجتہاد کا خاصہ سمجھتے
ہیں۔ اہل تقلید کو (جو اجتہاد و تنقید کے اہل نہوں) اس منصب شریف کے
لائق نہیں جانتے۔ محدثین و فقہاء میں۔ کچھ اختلاف ہے تو اگر
منصب کے لائق ایمان و اشخاص کی تعیین میں اختلاف ہے۔ محدثین میں منصب
شریف کو ائمہ محدثین کا منصب سمجھتے ہیں۔ فقہاء اپنے مجتہدین کو بھی اس منصب میں
ائمہ محدثین کا ہمسر بلکہ ان سے لائق تر خیال کرتے ہیں۔

مستقدمین و متاخرین کا اسباب میں اختلاف ہے تو یہ ہے کہ امام ابن الصلاح وغیرہ مستقدمین اس منصب کو محدثین سلف پر ختم کرتے ہیں۔ امام نووی وغیرہ متاخرین پچھلے زمانہ کے اہل تنقید و اجتہاد کے لئے بھی اس منصب کو بخوبی کرتے ہیں۔ بہر حال و بنا برہر ایک اختلاف و مقال مقلد محض و نا اہل بحث کو کوئی شخص فقہار سے ہو خواہ محدثین سے مستقدمین سے خواہ متاخرین سے اس منصب لائق نہیں سمجھتا۔ اس مقام میں ان اختلافات کے مستضمن اقوال علماء محدثین و فقہار کو نقل کیا جاتا ہے اس سے ناظرین کو بخوبی روشن و متیقن ہو گا کہ مقلد محض و نا اہل بحث کو کس نے تنقید و تحقیق و تصحیح و تصنیف حدیث کا اہل تسلیم نہیں کیا۔ خصوصاً اس حدیث کی تصنیف کا جسکو ایامہ محدثین صحیح کہتے ہیں۔ یا اس حدیث کی تصحیح کا جسکو انہوں نے ضعیف قرار دیا ہے۔

شیخ امام ابو عمر و ابن الصلاح نے کتاب علوم الحدیث کے نوع اول

میں بعض فایده دوم کہتا ہے۔ ہم کہیں حدیث کو صرف اسکی سند دیکھ کر صحیح کہنے کی جرات نہیں کر سکتے۔ اگر اسکو صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں نیامین یا اور کتب ایامہ حدیث میں اسکی صحت پر کسی امام کی تصحیح نہ دیکھ لیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں (اچھے زمانہ ساتویں صدی کی نسبت آپ یہ فرماتے ہیں۔ تو اس زمانہ چودھویں صدی کا کیا حال) صرف اسناد کو دیکھ کر خود بخود

الثانیۃ اذا وجدنا فيما يروى من اجزاء الحديث وغيره احدى صحيح الامام سناده ولم نجد في احد الصحيحين ولا منصوصا على صحته في شيء من مصنفات ائمة الحديث المتصنف المشهور فاننا لا نثبتها على حكم الحكم لصحة فقد تعذر في هذه الاثار الاستقلال بادراك الصحيح مجردا عنها كراهة اسنادها لانها ما من اسناد من ذلك الا وتجد

<p>حدیث کو صحیح جان لینا۔ مشکل ہو گیا ہے کیونکہ اس قسم کی ہر ایک سند میں کوئی نہ کوئی راوی ایسا ضرور ہوگا۔ جو اس حفظ و ضبط سے مرعے ہو۔ جو صحیح حدیث میں مشروط ہے۔ لہذا صحیح و حسن حدیث کی پہچان کا رجوع انہی اقوال الیہ حدیث کی پکڑت ہوا جو اپنی مشہور و معتبر تصانیف میں انہوں نے تصریح بیان کئے ہیں اور اس وقت اسناد سے مقصود صرف اس سلسلہ اسناد کا۔ (جو اس امت محمدیہ کا خاصہ ہے) باقی رکھنا ہوا۔ جو اس غرض تصحیح و تصنیف احادیث سے خارج ام ہے۔</p>	<p>فی رجالہ من اعتمد فی روایۃ علی طافی کتابہ عنہا لیشترط فی الصحیح من الحفظ والضبط والاتقان قال الامراء فی معرفة الصحیح والحسن الی الاعتقاد علی ما فی علیہ ائمة الحدیث فی تصانیفہ المعتبرة التي یؤمن فیہا لشہرتہا من التخییر والتعلیف وصیانہ معظم المقصود بما یتداول من الاسناد خارجا عن ذلک القیاس سلسلۃ الاسناد التي حصلت ہر اھذہ الامتہ نزلھا اللہ شرفا</p> <p>(علوم الحدیث ابن الصلاح مشہور مقلد)</p>
--	---

<p>اور امام نووی نے اپنی کتاب لقرب میں کہا ہے میرے نزدیک ظاہر یہی ہے کہ تصحیح وغیرہ اب ہی جائز و ممکن ہے اس شخص کے لئے جسکو قدرت ہو اور قوی پہچان</p>	<p>الظاهر عندی جو انرا لائن ممکن ہویت معرفتہ (لقرب نوادی)</p>
--	---

<p>اسکی شرح تذریب راوی میں امام سیوطی نے امام عراقی سے نقل کیا ہے کہ ایہ حدیث کا جو ابن صلاح کے مضمون اور اس کے پیچھے ہوئے میں اس پر عمل ہوا ہے پیران الیہ کا نام لیا جنہوں نے اسے از</p>	<p>قال العراقي هو الذي عليه عمل القائل فقد صح جماعة من المتأخرين لم يجدوا من تقدمهم فيها تصحيحا</p>
--	---

ان ذکر اسماءهم والا احادیث التي
صححوها - ثم قل ولم يزل ذلك داب
من بلغ اهلية ذلك الى ان قال
الحاصل ان ابن الصلاح قد ياب
التصحيح التخصيص والتضعيف هذه الا
زمان لتضعف اهليتهم - وان لم
يوافق على الاول
(تدريسا وى شرح تقريري وى)

کسی حدیثوں کو صحیح کیا ہے۔ پھر کہا کہ یہی
طریق ان لوگوں کا رہا ہے۔ جو اس امر
کی اہلیت و لیاقت کو پہنچ چکے تھے
اسکے بعد کہا ہے۔ کہ حاصل مطلب
یہ کہ ابن مسلح نے تصحیح و تخصیص و
تضعیف کا دور وازہ اس زمانہ کے لوگوں
بند کر دیا ہے۔ اس نظر سے کہ ان کی لیاقت
میں ضعف ہے۔ اگرچہ ان سے پچھلے

علماء نے انکی اس بات سے اتفاق نہیں کیا۔

اور ابن جماعہ نے اپنے مختصر میں امام ابن الصلاح کا قول نقل کر کے فرمایا ہے

فان بلغ واحد من هذه الامم عصارا
اهلية ذلك والتمكن من معرفة
محتل استقلاله (مختصر ابن جماعہ)

اور شیخ زکریا انصاری نے فتح الباقی - شرح الفیہ عراقی میں کہا ہے

من اراد الاحتجاج بحديث من السنن
او من السانيد ان كان متناهلا
لمعرفة ما يحتم به من غيره فلا يحتم

به حتى ينظر في اتصال السناد
واحوال رواة والا فان وجد

احدا من الامم صححوها او حسنته
فله تقليد والا فلا يحتم به

فتح الباقی شرح الفیہ عراقی

کتاب سنن و مسانید متک کرنا چاہیے۔
وہ اگر خود حدیث لائق متک و نا لائق
پہنچانے کی لیاقت رکھتا ہے تو اسکی
اتصال سند اور احوال رواة کو دیکھ

ے اس امر کا وہ اہل نہ ہو۔ تو حدیث
کے اماموں سے کسی امام کا قول

اس حدیث کے صحیح یا حسن ہونے کی بابت پاوے تو اسباب میں اسکی تقلید کرے وہ قول بھی بند پاوے تو اس حدیث سے تسک نہ کرے اور شیخ ابن تیمیہ نے کتاب منہاج السنہ

۱ المنقولات فیہا کثیر من الصدق
 ۲ وکثیر من الکذب والمرجم فی التیمیز
 ۳ بین هذا و بین هذا الی اهل الحدیث
 ۴ عما یرجم الی النفاة فی النجوع ورجوع
 ۵ الی علماء اللغة فی ما هو من اللغة
 ۶ وکذا لک علماء الشعر و الطب غیر
 ۷ ذلک فکل علم رجال لیرفون بہ
 ۸ و العلماء بالحدیث اجل هوکاء و
 ۹ اعظم قدرا و اعظم صدقا و
 ۱۰ اعلاہم منزلة و اکثرہم دینا
 (منہاج السنہ ابن تیمیہ)

میں فرمایا ہے۔ روایتوں میں بہتیرا صحیح ہوتا ہے۔ بہتیرا جھوٹ۔ اسپین اسپین تمیز کرنے کے لیے اہل حدیث کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ جیسا مسائل نحو میں علماء نحو کی جانب اور مسائل لغت و شعر و طب میں علماء لغت و شعر و طب کی طرف و علی بذالقیاس ہر ایک علم کے لئے خاص لوگ ہیں کہ وہ اس علم میں معروف ہیں ان سب میں بڑے جلیل القدر اور بڑے سچے اور عالی رتبتہ اور بڑے و نیدار علماء حدیث ہیں۔

اور شیخ عبدالحق دہلوی شرح سفر السعادت مطبوعہ لکھنؤ میں ج ۲۲ مجتہدین کے تنقید و تحقیق بیان کر کے فرماتے ہیں۔ عوام مسلمانان بلکہ خواص ایشیا ترا درین روزگار این قوت کجاست کہ این کار (تیمیز صحیح و سقیم) از دست ایشان بیرون آید چنانچہ مجتہدین کردن در پے ایشان وقتن سبیلے نمود و التہدہ علیہم۔ این کار تحقیق محضین را میسر بود۔ الخ

۱۱ شیخ صاحب کی اس خبر کلام سے ہم کو اتفاق نہیں ہے۔ ہمارا تسک اس کلام میں ہے۔

۱۲ اول و آخر ہے

وقد ذكر وان المحدث المطلق قد فقد
اما المقيد فله سبع مراتب مشهورة
والحق فعلنا اتباع ما رجوه واصحوه
در مختار مطبوع دہلی صفحہ ۸۱

اور صاحب در مختار اس کتاب کے دیباچہ میں فرماتے ہیں کہ مجتہد مطلق تو منقو د ہے
مقید مجتہدوں کے ساتھ طبقہ میں جو
مشہور ہیں۔ لیکن ہم یہی بات کاغذ
لازم ہے۔ جسکو انہوں نے صحیح یا راجح
کہہ دیا۔ یعنی ہم تصحیح و تہجیح کے لائق نہیں۔

ان اقوال و عبارات سے ہمارا دعویٰ دوم بھی ثابت ہوا۔ اور یہ اثر
کو پہنچا کہ تصحیح و تضعیف احادیث علی الخصوص بمقابلہ تصحیح و تضعیف ائمہ حدیث
ناہوں اور محض مقلدوں کا کام نہیں ہے۔

اب حدیث سفیان کی نسبت جرح و کلمتہ چینی مولوی (یا منشی) محمد علی صاحب
کی نسبت یہ امر سبب و متفق طلب رہا کہ وکیل صاحب نے اس حدیث پر بمقابلہ امام
وترندی و داؤد قطنی و ابو زر عمر رازی نکتہ چینی کی ہے۔ آئین وہ خود مجتہد ہیں اور اس
مقید و اجتہاد کے وہ اہل اور ائمہ مذکورین کے وہ سہ ماہیوں سے قریب تر ہیں یا
مقلد محض ہو کر صرف میران فرہی میں بعض روایہ کا جرح دیکھ کر نکتہ چینی سے کٹ پائی
اور خامہ فرسائی کئے ہیں۔

بشق دوم۔ بحث ختم ہے۔ اور اس نکتہ چینی کی نسبت ہمارا لیو صحیح ہے۔ اس
صورت میں امید ہے وکیل صاحب اپنی نکتہ چینی کو واپس لینگے۔ اور اس حدیث
آئین بالجرح کا صحیح یا حسن ہونا بہ تعقید امام داؤد قطنی و امام وترندی و بخاری وغیرہ کے
بلا چون و چرا تسلیم کرینگے۔

و بشق اول ہم وکیل صاحب کی خدمت میں کتب حدیث جس کتاب کے
جس باب یا فصل یا ورق سے وہ کہیں اس حدیث کا لکھ کر پیش کر کے؟ ان احادیث
کی تنقید (تصحیح یا تضعیف) کی درخواست کرینگے۔ وکیل صاحب اپنے اجتہاد سے

ان احادیث کی تصحیح یا تفسیف کر دی اور جن امور کی تصحیح تصحیح حدیث کے لئے بکار
 ہے۔ ان امور کی تصحیح ان احادیث میں کر کے دکھا دی تو ہم کو ہمہ تن بخاری والوزر علی بن سلیم
 اور دیگر ماورائی مکتبہ چینی کو بدل مانگا اپنے ان ریلو پور کو واپس لے لیے۔

وکیل صاحب کو اجتہاد و افتاد کا دعویٰ ہے تو اپنے اس دعوئے سے ہم کو
 بذریعہ کسی اخبار یا مطبوعہ اشتہار کی اطلاع دین اور جس کتاب کے میں باب یا ورق
 کی حدیثوں کی تنقید کے وہ مدعی ہوں اس سے ہی نشان دی کریں۔ مگر قبل از احوار
 و اشتہار کتاب اصول حدیث مقدسہ میں الصلاح یا شرح تجرید (وہ نہ ملین تو مختصر رسالہ
 طبعی جو جامع نزدی مطبوعہ مطبع احمدی کے پہلے طبع ہے) ملاحظہ فرما کر شروط صحت
 تصحیح کو دیکھ لیں۔ اور اپنی نظر و علم کو شوگر نہ خیال فرمالیں کہ وہ ان شرطوں (خصوصاً
 راویوں کی باہمی لغا و سماع اور لفظی شد و ذوق لفظی علت و اتصال و انقطاع اسناد و فرید
 متصل اسانید وغیرہ مشکلات) کو ثابت کر سکیں گے۔

ہمارا تو یہ گمان ہے کہ وکیل صاحب کو کیا وکیل صاحب کے ہم مذہب علماء ہندو
 و عرب بلکہ ان کے مقابلین گروہ المحدث کے علماء میں ہی اس وقت کوئی ایسا شخص نہیں
 ہے۔ جو تصحیح و تنقید احادیث میں بلکہ اجتہاد کرتا ہو۔ ہمارا یہ گمان وکیل صاحب نے
 غلط کر دیا اور دس نہ سہی دوہی چار حدیثوں کو از خود تصحیح کر کے دکھا دیا۔ تو ہم کو نہ صرف
 اپنا الزام واپس لینا پڑے گا۔ بلکہ نرا پور میں پہونچ کر وکیل صاحب کا لٹرا و شرف
 محبت اختیار کرنا ضروری ہو گا۔

وکیل صاحب کی نکتہ چینی کے متعلق ہمارے ریلو پور تمام ہوا جس نہ صرف انکا اعتراض متعلق
 حدیث آئین بالہر کا حال کہا۔ بلکہ فرقہ مقلدین کے جملہ اعتراضات کا۔ (جو حدیث آئین بالہر پر کرتے ہیں) پر
 شائع ہوا اسکا رد بھی یا اعتراض کہ حدیث آئین بالہر کا راوی سفیان بدلس ہے۔ اور اس
 حدیث کو وہ معنی روایت کرتا ہے۔ اور بدلس کی معنی حدیث مقبول نہیں ہے۔

یا حدیث قرۃ فاتحہ خلف امام پر وہ دارو کرتے ہیں (جیسے ابکا یہ اعتراض کہ اس حدیث کا راوی محمد بن اسحاق شیبہ اور مذلس ہے وغیرہ القیاس) حال اس کے کہل گیا۔ اور ہر ایک اعتراض پر جو مقلدین احادیث پر وارد کرتے ہیں ایک عام ریویو بن گیا۔ جبکہ حاصل یہ ہے کہ کسی مقلد کا حدیث پر جسکو ائمہ محدثین صحیح یا حسن کہ چکے ہوں۔ کوئی اعتراض لایق التفات و سماع نہیں۔ اور مقلد کا یہ منصب نہیں ہے۔ کہ احادیث صحیحہ یا حسنہ ایسے حدیث پر نکتہ چینی کر سکے۔ اس منصب کے لایق اشخاص اور ہی ہیں۔ جو حدیث کے امام کہلاتے ہیں۔ اور حرب رجال لیسرفون تھا۔

لیکن اس ریویو سے چند سوالات۔ ایسے پیدا ہوتے ہیں۔ جو مقلدین اور محدثین زمانہ حال کی تشویش کا موجب ہونگے۔ لہذا ان سوالات کا ذکر کر کے انکا جواب دینا ضروریات سے ہے۔

سوال اول۔ بہت سے علماء محدثین (جو درجہ تنقید و اجتہاد کو نہیں پہنچے) اپنے مذہب کے مخالف احادیث پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ اور صرف بعض راویوں کے مجروح ہونے کی نظر سے بلا امتداد اقوال اہل افتادہ کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ جسکی تالیفات و رسائل اہل حدیث میں بکثرت موجود ہیں۔ (پہر انکی نکتہ چینی کیونکر مقبول سمجھی جاتی ہے۔ اور اسپن اور نکتہ چینی مقلدین میں کیا فرق ہے۔)

جواب اول۔ محدثین کی (جو درجہ تنقید و اجتہاد کو نہیں پہنچے) نکتہ چینی اگر ان احادیث (جسکو ائمہ محدثین مسلم التقد و الاجتہاد نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے) کی نسبت ہو اور وہ کسی امام مقبول سے منقول نہ ہو تو وہ بھی اسی بحث کا محل ہے جو نکتہ چینی مقلدین کی نسبت ہو چکی۔ ایسی نکتہ چینی محدثین کی ہی ہرگز مقبول و سمیع نہیں اور اسپن اور نکتہ چینی مقلدین میں سمع ہی فرق نہیں ہے۔ اور غالباً علماء احادیث و حکو علم سے چھبہ ہی نسبت و تعلق ہے۔) اور انکو لغتہ و عرفاً عالم کہا جا سکتا ہے۔ اس قسم

نکتہ چینی کسی حدیث پر نہیں کرتے۔

سج کل عوام اہل حدیث جو محض اُن پڑھتے ہیں اور علوم دینی سے جاہل ہو کر اجتہاد کا دعویٰ کرتے ہیں اور بعض حدیثوں کے بعض رواد کا مجموعہ ہونا کسی مولوی سے سُکر یا کسی دکتا بزمین دیکھ کر ان حدیثوں کو ضعیف کہہ دیتے ہیں۔ ہم قسم کی نکتہ چینی کرتے ہیں تو علماء اہل حدیث اُن کے ذمہ دار نہیں۔ وہ انکو اور انکی نکتہ چینی کو قیامت کبریٰ کے آثار و علامات سے خیال کرتے ہیں۔ اور اس حدیث نبوی کا مصداق سمجھتے ہیں۔ جسکو عبد اللہ بن عمر نے آنحضرت صلعم سے

عن عبد الله بن عمر قال سمعت رسول الله يقول ان الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى اذا لم يبق عالم اتخذ الناس رؤسا جهلا فاستكفوا فافتوا بالنير علمه فضلوا واصلوا (صحیح بخاری ص ۱۰۱)

روایت کیا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ علم کو دنیا سے اسطرح نہیں اُٹھائے گا کہ لوگوں کے سینوں سے اوسکو نکال لے۔ اوسکا اُٹھانا یوں ہوگا کہ علماء کو اُٹھالے گا۔ حتیٰ کہ حسب کوئی عالم بے علم رہے گا۔ تو لوگ جاہلون کو اپنا سرور (مفتی و پیشوا) بنا لینگے۔ وہ اون کو

بے علمی سے فتوے دینگے۔ خود گمراہ ہونگے اور ونگو گمراہ کرینگے۔ اور اگر انکی نکتہ چینی ان احادیث کی نسبت ہے جسکو کسی محدث نے

صحیح یا حسن نہیں کہا۔ تو اس میں اور نکتہ چینی مقلدین میں صحیح فرق ہے۔ و معہذا وہ اس نکتہ چینی کو بے اعتبار و ناقابل عمل ہونے احادیث مخالف مذہب پر اصل مستقل دلیل نہیں سمجھتے۔ اصل مستقل دلیل انکی ہمسایہ میں یہ ہوتی ہے۔ کہ ان احادیث کو کسی امام نے صحیح یا حسن نہیں کہا۔ اور جو اپنی طرف سے ان احادیث پر نکتہ چینی کرتے ہیں اسکو اصل مستقل دلیل کے شواہد و مویذات سے شہرتے ہیں۔ لہذا انکی نکتہ چینی درجہ اعتبار سے ساقط نہیں ہے۔ بخلاف نکتہ چینی مقلدین کے

کہ وہ احادیث صحیحہ و حسنہ ایسے حدیث پر ہوتی ہے۔ اور بے اعتباری ابن احمد پیش پر اصل مستقل دلیل سمجھی جاتی ہے۔ لہذا وہ درجہ اعتبار و قبول سے ساقط ہے۔

سوال دوم۔ تمہارا یا ابن صلاح کا یہ کہنا کہ انتقاد احادیث کا دروازہ

مدت سے بند ہے۔ البتہ ولیا ہے جیسے مقلدین نے کہہ رکھا ہے۔ کہ اجتہاد مطلق

کا دروازہ ایمہ اربعہ پر بند ہو چکا ہے۔ اور اجتہاد فی الجملہ یا فی المذہب کا دروازہ عملاً

نسبی پر سدود ہے۔ پھر تمہارے اپنے بعض تصانیف میں بڑے رشد کے ساتھ ان کے

قول کو کیوں رد کیا ہے؟ اس میں اور تمہارے قول میں کیا فرق ہے؟

(جواب سوال دوم) اس میں اس میں صحیح فرق ہے۔ اجتہاد (مطلق) ہو خواہ

فی الجملہ خواد فی المذہب (مطلق) عقل سلیم و فہم مستقیم سے ہو سکتا ہے۔ جبکہ دروازہ کہی بند

نہیں ہوا۔ اور نہ آئندہ قیامت تک ہوگا۔ بخلاف انتقاد حدیث کہ وہ لقل کے مستحق

ہے۔ اور وسعت نظر اور کثرت معلومات لقلیہ پر موقوف ہے۔ اور انہیں منہجہ خیر

مدت سے کمی چلی آتی۔ اور دن بدن ہوتی جاتی ہے۔ اسوقت کم سے کم ایک شخص

بھی محدثین یا مقلدین سے ایسا نظر نہیں آتا۔ جبکہ نظر ایسی وسیع اور معلومات لقلیہ

اس کثرت سے ہوں کہ وہ ان کے ذریعہ سے۔ از خود ایک دو حدیثوں کو حسن یا صحیح

کہہ سکے۔ و معہذا ہم اس امکان کے منکر نہیں صرف فعلیت انکاری ہیں اور یہ کہتے

ہیں۔ کہ اسوقت کوئی ایسا نظر نہیں آتا۔ اور اس امر کو جائز و ممکن اوتورع سمجھتے ہیں کہ

اس وقت یا آئندہ زمانوں میں کوئی ایسا شخص پیدا ہو جو بخاری اور مسلم سے بھی

سبقت لے جائے۔ اور ان فقہاء کی طرح مدعی اجتہاد و انتقاد کو دین سے خارج اور

نکسار کرنے کے قابل نہیں سمجھتے۔

سوال سوم۔ جو شخص حدیث کی صحت و مقیم کو نہ جانتا ہوگا۔ وہ اس سے

استنباط اور اس میں اجتہاد کیا کرے گا۔ صرف اپنی عقل اور فہم سے وہ کام لے سکیگا۔

جواب سوال سوم۔ اجتہاد کے لئے علم صحت و قمر حدیث کا ضروری ہونا مسلم ہے۔
 لیکن یہ علم دوسرے کے اتیل یا تقلید سے ہی ہو سکتا ہے۔ اس میں استقلال اور
 اجتہاد ہی شرط نہیں ہے۔ لہذا جائز ہے کہ ایک شخص حدیث کی صحت و قمر کا علم الیہ
 حدیث سے حاصل کرے۔ اور اس سے استنباط مسائل و اجتہاد خود کرے۔

سوال چہارم۔ جب اس مجتہد کو تصدیق و تصحیح و تصنیف احادیث میں اور
 محدثین کا مقلد ہونا پڑا۔ تو وہ استنباط مسائل میں ہی کیوں نہیں مقلد ہو رہتا۔ اور کس
 ادبائے تیر اور ادبائے تیر بننا اور اپنے اوصحابی چاول کی کچھری علیحدہ پکانا کیا ضروری ہے؟
 اور جو لوگ ایہ مجتہدین کے مقلد ہیں اور نہ وہ انتقاد احادیث میں اجتہاد کا نام لیتے
 ہیں نہ استنباط مسائل میں اپنی اس مجتہد کرب کو کیا فوقیت ہے۔

جواب سوال چہارم۔ علماء کے لئے تقلید مدار کی مثل ہے۔ جو بقدر ضرورت
 و حالات مضطر رہتا ہوتا ہے۔ یہ امر محققین حنفیہ نے خود تسلیم کیا ہوا ہے۔ چنانچہ
 علامہ کارون حنفی نے کتاب ناظورہ الحق میں فرمایا ہے۔ کہ جب کبھی انسان

دلیل سے مسئلہ سمجھے اور اس پر دلیل قائم
 کرنے سے عاجز ہوتا ہے۔ تو ناچار ہو کر
 وہ تقلید کا محتاج ہوتا ہے۔ سو یہی بقدر
 ضرورت اور ضرورتوں کی طرح جو منوعات
 کو جلال کر دیتے ہیں جس پر محمد درجہ ملک ہو کر

ومهما عجز المرء عن فقه الدلیل اقام
 الحجۃ فقد اضطر الى التقليد عند الحاجة
 بقدر الضرورة السواء سائر الضرورات
 التي تتبع المحظورات كتناول الميتة عند
 المحصر (ناظورہ الحق)

کی حالتیں مدار کرنے کی ضرورت ہے۔
 لہذا اس مجتہد کرب کو یہی لازم ہے کہ جس محل (انتقاد) میں وہ اپنا اجتہاد
 نہ کر سکے اس میں مجبور ہو کر مجتہدین محدثین کی تقلید کرے۔ اور جہاں وہ اپنا اجتہاد
 کر سکتا ہے۔ وہاں اپنا اجتہاد کرے۔ اس میں الیہ مقلد نہ ہو رہے۔

جو لوگ اس خیال سے مقلد تھے کہ چونکہ ہم تصحیح و تضعیف احادیث میں ایسے حدیث کو
مقلد بنتے ہیں۔ اور تحقیق معانی لغویہ میں ایسے لغت کے اور فہم معانی شرعیہ میں
اصول فقہ کے و علیٰ ہذا القیاس۔ تو امتناط مسائل فرعیہ میں ہی کیوں نہ مقلد ہو
وہ اپنی خداداد جوہر عقل و قوت امتناط کو ضائع کر رہے ہیں۔ اور اپنے اصول فقہ
کے سخت مخالف ہیں۔ اس لیے جو سے اس مرکب مجتہد کو (جو بعض امور میں مقلد ہے)
ان مقلد و نیز ظاہر شرف اور مرجح قوتیت ہے۔

یہ سنی علی التشریح۔ اتباع محدثین کو تقلید مانکر جواب دیا ہے۔ اور ہم
یہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ محدثین کا اتباع ان امور میں جو نقل اور واقعات کے متعلق ہیں
تقلید نہیں ہے۔ اور نہ تسلیم معانی لغویہ میں اتباع اہل لغت کی تقلید ہے۔ اور نہ
فہم معانی شرعیہ میں امتداد قواعد اصول فقہ کے تقلید ہے۔ یہ اتباع اتباع دلیل ہے
اور شرفاً و حجتاً جیسا قاضی مجتہد کا تسلیم واقعات میں گواہوں کا اتباع۔ جبکہ کوئی
شخص محقق ہو تو مقلد تقلید نہیں کہہ سکتا۔ اس جواب کے موید منہج السنۃ میں
تیمیسیکی وہ عبارت ہے جو دو حصوں کی تائید میں گذری۔ اسی قسم کے سوالات
ہمارے اس جواب سے پیدا ہونگے۔ پر صاحب فہم کو ان کے جوابات ہی ہمارے
ان چار سوالوں کے جوابات سے سمجھیں آ جاویں گے۔ لہذا ہم انکی تفصیل سے
فکر کو روکتے ہیں۔ اور ناظرین کو ان سوالات کے حل کرنے کے لئے صیغہ اشاعت
جلد اول و دوم و سوم کی طرف مراجعت کرنیکی ہدایت کرتے ہیں۔ واللہ الموفق